Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

An Examination of the Impact of Migration on the Culture of the Arabian Peninsula

جزیرۃالعرب کی ثقافت پر ہجرت کے اثرات کا جائزہ

Imrana Shahzadi
HOD, Government College Women University Faisalabad

Taiba Ramzan
M.Phil. Scholar, Government College Women University Faisalabad

Abstract

This paper examines the cultural impact of the Hijrah (migration of the Prophet Muhammad ﷺ and his followers from Makkah to Madinah) on the society of the Arabian Peninsula. The Hijrah marks a pivotal moment in Islamic history, not only establishing the first Islamic state but also initiating profound social and cultural transformations. The study explores how this migration reshaped tribal dynamics, introduced new ethical and moral frameworks, and laid the foundations for a more unified and organized society. It also highlights the integration of diverse communities under a common religious identity, the promotion of literacy and education, and the transformation of social values concerning justice, equality, and communal responsibility. Through historical analysis, the paper sheds light on how the Hijrah served as a catalyst for the emergence of a new, cohesive cultural identity in the Arabian Peninsula.

Keywords: Cultural Impact, Hijrah, Arabian Peninsula, Pivotal Moment, Islamic History, Cultural Transformations, Tribal Dynamics

ہجرت کا معنی، مفہوم و تصور

لفظ "ہجرت" عربی زبان کے مصدر "ھجر" سے نکلا ہے جس کے معنی ترک کرنا یا چھوڑنا ہیں۔تاریخی و تمدنی سیاق میں ہجرت سے مراد کسی گروہ یا قوم کی اپنے مقامِ سکونت یا وطن سے مختلف وجوہات کی بناپر نقل مکانی ہے——جیسے جنگ، قحط، معاشی تنگی، سیاسی حالات، یا مذہبی و تہذیبی تبدیلی۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ :

"انما الاعمال بالنیات ،وانما لکل آمری مانوی فمن کانت هجرته الی دنیا یصیبهااوالی امراة ینکحها،فهجرته الی ما هاجر الیه۔"[1]

تمام اعمال کادارومدار نیتوں پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ملے گا۔پس جس کی ہجرت دولت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے شادی کی غرض سے ہو۔پس اس کی کی ہجرت انہی چیزوں کے لیے ہو گی جس کے حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ہجرت کی۔

جزیرۃالعرب میں ہجرتیں انسانی تاریخ کا وہ مستقل سلسلہ تھیں جنھوں نے یہاں کی نسلی، لسانی، تمدنی، اور معاشرتی ساخت کو کئی بار بدلا۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

ا۔ جزیرۃ العرب میں بارش کی کمی، خشک سالی، قحط سالی، پانی کے چشموں کا خشک ہونا وغیرہ ہجرت کا سبب بنا۔

جواد علی لکھتے ہیں:

''الظروف المناخيّة القاسية دفعت كثيرًا من القبائل إلى البحث عن مواطن أكثر خصوبة'' [2]

سخت موسمی حالات نے بہت سی قبائل کو زیادہ زرخیز علاقوں کی تلاش پر مجبور کر دیا۔

ب۔ قبائلی لڑائیاں، خونریزی، اور طاقت کے حصول کی جنگیں اکثر کمزور قبیلوں کو علاقہ چھوڑنے پر مجبور کر دیتی تھیں۔

ج۔ بعض قبائل نے تجارت کے بہتر مواقع کی تلاش میں شمالی عرب یا شام و عراق کی جانب ہجرت کی، خاص طور پر بنو غسان اور بنو لخم نے۔

د۔ بعض اوقات بڑی سلطنتوں (رومی، ساسانی) کی قربت نے قبائل کو مہذب زندگی کی طرف راغب کیا، جو ہجرت کا ایک تہذیبی محرک بنا۔

تاریخِ انسانی میں ہجرت ایک ایسا مسلسل عمل ہے جو انسانی تہذیب و تمدن، معاشرت و ثقافت اور فکری و لسانی روایات پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ جزیرۃ العرب میں قبل از اسلام مختلف اقوام کی ہجرتوں نے نہ صرف آبادی کے تناسب کو بدلا بلکہ ایک متنوع اور گوناگوں ثقافتی منظر نامہ تشکیل دیا۔ خاص طور پر **بنو قحطان** (انہوں نے جنوب سے وسطی عرب کی طرف ہجرت کی)، **بنو غسان** (انہوں نے یمن سے شام کی طرف ہجرت کی)، **بنو کندہ** (انہوں نے حضرموت سے نجد کی طرف ہجرت کی)، **بنو لخم و جذام** (انہوں نے جنوب سے عراق و شام کی طرف ہجرت کی)، **بنو طی** (انہوں نے شمالی یمن سے نجد کی طرف ہجرت کی)، اور **بنو تغلب** (انہوں نے نجد سے عراق و نواحی علاقوں تک ہجرت کی) جیسے قبائل نے جزیرۃ العرب کی فضا میں تہذیبی رنگ بھر دیے۔

یہ ہجرتیں محض نقل مکانی نہ تھیں بلکہ ان کے پیچھے سیاسی، ماحولیاتی، معاشی یا قدرتی وجوہات کارفرما تھیں۔ ان ہجرتوں کے نتیجے میں نئے معاشرتی ڈھانچے تشکیل پائے، قبائلی میل جول اور رقابتیں وجود میں آئیں، اور ان کا اثر زبان، لباس، فنون، عبادات، رسوم، قبائلی نظام، اور معیشت پر بھی ہوا۔

جیسا کہ ڈاکٹر جواد علی اپنی مشہور کتاب ''المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام'' میں لکھتے ہیں:

''إن الهجرة التي قام بها العرب الجنوبيون نحو الشمال لم تكن مجرد انتقال جغرافي، بل كانت تحولًا حضاريًا نقل معه أنماطًا ثقافية جديدة إلى قلب الجزيرة''-[3]

جنوبی عربوں کی جانب سے شمال کی طرف کی جانے والی ہجرت محض جغرافیائی نقل مکانی نہ تھی، بلکہ یہ ایک تہذیبی انقلاب تھا جو اپنے ساتھ نئے ثقافتی نمونے جزیرۂ عرب کے قلب میں لے آیا۔

اسی طرح شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''جزیرۃ العرب کی تاریخ قبائل کی آمد و رفت سے بھری پڑی ہے، اور انہی ہجرتوں نے عربوں کے اجتماعی مزاج کو شکل دی۔''[4]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

درج ذیل میں ہم ان ہجرتوں کا تحقیقی جائزہ لیں گے جو قبل از اسلام وقوع پذیر ہوئیں اور جن کے اثرات جزیرۃ العرب کی ثقافت پر ثبت ہوئے۔علاوہ ازیں ہم ان قبائل کے تاریخی پس منظر، ہجرت کے اسباب اور ان کی آمد سے مرتب شدہ ثقافتی اثرات کا جائزہ لے گے۔

جزیرۃ العرب: جغرافیہ، ماحول اور تہذیب

جزیرۃ العرب دنیا کے قدیم ترین جغرافیائی و تہذیبی مراکز میں سے ایک ہے، جس کی سرزمین نے انسانی تہذیب کی کئی ابتدائی شکلوں کی پرورش کی۔ یہ خطہ جنوب میں بحرِ عرب، مغرب میں بحیرہ قلزم (بحر احمر)، مشرق میں خلیج فارس اور شمال میں بلادِ شام اور عراق سے متصل ہے۔اس کی زمین کا بیشتر حصہ صحرائی اور نیم ریگستانی ہے، جس نے یہاں کے باشندوں کے طرزِ حیات اور سماجی ڈھانچے کو متاثر کیا۔

جزیرۃ العرب کی جغرافیائی تقسیم کو مورخین نے عمومی طور پر چار بڑے علاقوں میں تقسیم کیا ہے:

1. حجاز: مغربی علاقہ، جہاں مکہ، مدینہ اور طائف جیسے مقدس شہر واقع ہیں۔
2. نجد: وسطی علاقہ، پہاڑوں اور ریگستانوں کا مرکب۔
3. یمن: جنوبی علاقہ، جہاں سب سے زیادہ زرعی زمینیں، تجارتی بندرگاہیں اور تہذیبی مرکز موجود تھے۔
4. احساء و بحرین: مشرقی علاقہ، جہاں پر زرخیز زمین اور تجارتی گزرگاہیں یہاں واقع تھیں۔

جغرافیہ کا یہی تنوع اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ مختلف قبائل نے اپنے تمدن اور تہذیب کو کیسے ڈھالا۔ اگر ہم جزیرہ عرب کے ماحولیاتی حالات کو دیکھیں تو جزیرۃ العرب کا موسم عمومی طور پر گرم، خشک اور صحرائی ہے۔ پانی کی قلت، زرخیزی کی کمی، اور بارش کی بے قاعدگی نے یہاں کے باشندوں کو ایک متحرک اور قبائلی زندگی اختیار کرنے پر مجبور کیا۔

ڈاکٹر عبدالعزیز سالم لکھتے ہیں:

”الصحراء لم تكن مكانًا للموت بل كانت حافزًا للحياة، تدفع الإنسان العربي إلى الإبداع في البقاء والتنقل والارتباط بالقبيلة“ [5]

صحرا موت کی سرزمین نہ تھی، بلکہ زندگی کا محرک تھی؛ یہ عرب انسان کو بقا، نقل مکانی، اور قبیلے سے وابستگی کے معاملے میں تخلیقی اظہار پر آمادہ کرتی تھی۔

عرب معاشرہ اور تہذیب کی بات کریں تو جزیرۃ العرب کی تہذیب عمومی طور پر قبائلی، زبان و شاعری پر قائم، اور اخلاقی اقدار پر مبنی تھی۔ قبائلی نظام کے تحت ہر فرد اپنے قبیلے کا وفادار رہوتا، جنگ و صلح میں اس کے ساتھ کھڑا ہوتا، اور عزت و غیرت کو بنیادی اہمیت دیتا۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

ادب، شعر، قصیدے، اور خطابت عرب معاشرت کے بنیادی اوصاف تھے۔ عبدالحلیم شرر کے مطابق:

"عرب کی سادہ مگر شدید حسیات رکھنے والی قوم نے خطابت، شعر اور قصیدے کو اپنی تہذیب کا چمکتا ہوا آئینہ بنا دیا تھا۔"[6]

جہاں تک جزیرۃ العرب کی ثقافتی خصوصیات کا تعلق ہے تو اس میں لسانی تنوع (یمنی، حمیری، قحطانی، عدنانی لہجے)، لباس (اون سے تیار کردہ سادہ لباس قومی۔ حالات سے مطابقت رکھتا ہوا)، غذا (کھجور، دودھ، گوشت، پانی کی قلت کی وجہ سے سادہ طرز)، رہائش (خیمے، مٹی کے کچے گھر یا پہاڑی غار وغیرہ کے تھے) اور یہی جزیرۃ العرب کی ثقافتی خصوصیات ہیں۔

جزیرۃ العرب کے مذہب اور عقائد کے بارے میں بات کریں تو قبل از اسلام عربوں کا مذہبی نظام شرک پر مبنی تھا، جس میں بت پرستی عام تھی۔ مکہ میں کعبہ کو مقدس مقام کی حیثیت حاصل تھی، جہاں مختلف قبائل کے دیوی دیوتا رکھے ہوئے تھے جیسے: ہبل، لات، عزی، منات اور اساف ونائلہ۔

فلیپ حتی لکھتے ہیں:

"الكعبه لم تكن مجرد معبد بل كانت مركزًا روحيًا واقتصاديًا يجتمع فيه العرب بمختلف قبائلهم"[7]

کعبہ محض ایک عبادت گاہ نہ تھا، بلکہ ایک روحانی اور اقتصادی مرکز تھا، جہاں مختلف قبائل کے عرب اکٹھے ہوتے تھے۔

جزیرۃ العرب کی جغرافیائی، ماحولیاتی اور تہذیبی ساخت ہی وہ بنیادی پس منظر ہے کہ جو ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتے ہیں کہ قبل از اسلام ہجرتوں کے محرکات کیا تھے۔

یہ خطہ نہ صرف عبوری تجارتی راستہ رہا بلکہ تہذیبوں کا سنگم بھی، جہاں مختلف قبائل کے آپسی اختلاط نے نئی ثقافتی جہتوں کو جنم دیا۔

تاریخی ماخذ اور عربی ادب میں ذکر

قدیم عرب مورخین اور سیرت نگاروں نے ان ہجرتوں کا نہ صرف ذکر کیا بلکہ ان کے اثرات کو بھی اجاگر کیا ہے:

1. ابن ہشام نے بنو غسان کے شام میں قیام کا ذکر کیا۔
2. یعقوبی و طبری نے بنو لخم و کندہ کی تاریخ قلم بند کی۔

جرجی زیدان اور فلیپ حتی نے ان ہجرتوں کو عرب تمدن کی اساس قرار دیا قبل از اسلام جزیرۃ العرب میں ہونے والی ہجرتیں محض جغرافیائی نقل مکانی نہ تھیں بلکہ ان کا دائرہ تہذیبی و تمدنی، لسانی و ادبی، اور سماجی و معاشی اثرات تک پھیلا ہوا تھا۔

ان ہجرتوں نے آنے والے اسلامی عہد کے لیے بھی راہ ہموار کی، جہاں قبائلی اشتراک اور ثقافتی میل جول ایک مضبوط عرب وحدت کی بنیاد بنا۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

بنو قحطان کا شمار عرب کے قدیم ترین قبائل میں ہوتا ہے۔ انہیں عربِ عارِبہ (خالص عرب) کہا جاتا ہے اور ان کا اصل وطن جنوبی عرب یعنی یمن کے علاقے تھے۔

قحطانی قبائل کا نسب حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کے ذریعے یعرب بن قحطان تک پہنچتا ہے۔

مشہور مؤرخ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"القحطانيون من أعرق العرب، وهم أول من سكن اليمن وبنوا مدنها" [8]

قحطانی عرب سب سے قدیم اور اصیل عربوں میں شمار ہوتے ہیں، اور وہی یمن کے اولین باشندے تھے جنہوں نے اس کی بستیاں اور شہر آباد کیے۔

جہاں تک ان کی ابتدائی زندگی یمن، حضر موت اور سبا میں گزری، جہاں وہ زراعت، فن تعمیر، اور تجارت کے شعبوں میں ترقی کر چکے تھے۔

تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قدرتی آفات جیسے مآرب کا مشہور سیلاب (سَیلُ العَرِم)، اور سیاسی انارکی نے قحطانی قبائل کو شمالی اور وسطی عرب کی طرف ہجرت پر مجبور کر دیا۔ قحطانیوں نے عرب معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کیے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

قحطانیوں نے اپنے ساتھ یمنی لہجہ، حمیری رسم الخط، اور لہجہ سبائی کو منتقل کیا، جو بعد میں کلاسیکی عربی کی بنیاد بنے۔

ڈاکٹر احمد امین رقم طراز ہیں:

"إن لغة القحطانيين كان لها دور بارز في تشكيل اللهجات العربية الشمالية" [9]

قحطانیوں کی زبان نے شمالی عربی لہجوں کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔

قحطانی قبائل نے جہاں بھی جا کر سکونت اختیار کی، وہاں انہوں نے نظام زراعت، آبی ذخائر، اور مقامی حکمرانی کے اصول رائج کیے۔

قحطانی قبائل اپنے ساتھ جنوبی عرب کے بتوں اور معبودوں کو بھی لے کر گئے، جنہوں نے بعد میں مکہ اور یثرب میں مقامی عقائد میں جگہ پائی۔

مثلاً: عمرو بن لحہ جو کہ قحطانی النسل تھا، مکہ میں بت پرستی کا بانی سمجھا جاتا ہے۔

قحطانی قبائل نے شمالی عرب میں آ کر نئے قبائل کے ساتھ سیاسی اتحاد، رشتہ داریاں، اور تجارتی تعلقات قائم کیے، جنہوں نے عرب معاشرے میں وفاقی قبائلی نظام کی داغ بیل ڈالی۔

جرجی زیدان لکھتے ہیں:

"القحطانيون أسسوا قواعد الحكم المحلي، وقدموا للعرب فكرة الزعامة القبلية المقننة" [10]

قحطانیوں نے مقامی حکومت کی بنیادیں قائم کیں اور عربوں کو منظم قبائلی قیادت کا تصور عطا کیا۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

قحطانی قبائل ادب و شاعری سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ ان کے اشعار میں قوم پرستی، وطن دوستی، اور قبائلی افتخار نمایاں ہے۔ یہ انداز بعد میں اسلامی دور کی شاعری میں بھی منتقل ہوا۔

قحطانی قبائل کی ہجرت نے جزیرۃ العرب کے تہذیبی، لسانی، مذہبی، اور تمدنی ڈھانچے کو گہرائی سے متاثر کیا۔ ان کے اثرات نہ صرف قبل از اسلام عرب معاشرے میں نمایاں تھے بلکہ اسلامی تاریخ کے آغاز میں بھی ان قبائل کی تنظیمی صلاحیتیں اور قبائلی وراثت نمایاں رہی۔

بنو غسان کا شمار ان قحطانی قبائل میں ہوتا ہے جنہوں نے یمن کے علاقے سے شمال کی طرف ہجرت کی۔ ان کا نام "غسان" دراصل ایک چشمے سے منسوب ہے جہاں وہ قیام پذیر ہوئے۔ ان کی ہجرت کا آغاز اُس وقت ہوا جب مآرب کا مشہور بند ٹوٹا اور جنوبی عرب کے باشندے منتشر ہونے لگے۔

ابن خلدون کے مطابق:

''بنو غسان من ولد مازن بن الازد من القحطانية، وكانوا من أوائل من نزل بلاد الشام من العرب'' [11]

بنو غسان، قحطانی قبیلے ازد کی شاخ مازن کی اولاد میں سے تھے، اور وہ عربوں میں سے اولین تھے جنہوں نے بلادِ شام میں سکونت اختیار کی۔

جب جنوبی عرب میں سیاسی ابتری، آبی قلت، اور زوال پذیری کا عمل تیز ہوا تو متعدد قبائل نے ہجرت کا راستہ اختیار کیا۔ بنو غسان نے شام اور اردن کی طرف رخ کیا، جہاں بازنطینی سلطنت نے انہیں دفاعی مقاصد کے لیے آباد کیا۔

ڈاکٹر عبدالعزیز سالم اس پس منظر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''إن هجرة الغساسنة كانت جزءاً من موجة نزوح سبئية دفعت العرب إلى الشمال هرباً من القحط والانهيار الاقتصادي'' [12]

غسانیوں کی ہجرت سبائی زوال کی اس بڑی نقل مکانی کا حصہ تھی جس نے عربوں کو قحط اور معاشی تباہی سے بچنے کے لیے شمال کی طرف جانے پر مجبور کر دیا۔

بنو غسان نے شام کے جنوب مشرقی حصوں میں مختلف مقامات پر قیام کیا، جن میں بصرٰی، حوران، وادی الیرموک، اور جفنا قابل ذکر ہیں۔ یہاں انہوں نے ایک مضبوط سیاسی قوت حاصل کی اور بازنطینی سلطنت کے حلیف بن گئے۔

فلیپ حتی لکھتے ہیں:

''الغساسنة لم يكونوا مجرد قبيلة مهاجرة، بل أسسوا إمارة عربية مزدهرة في قلب النفوذ الرومي'' [13]

غسانی محض ایک مہاجر قبیلہ نہ تھے، بلکہ انہوں نے رومی سلطنت کے قلب میں ایک خوشحال عرب ریاست قائم کی۔

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

بنو غسان کی تہذیبی خدمات کا جائزہ لیں تو انہوں نے تہذیبی لحاظ سے بہت ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

بنو غسان نے رومی طرزِ تعمیر، لباس، نظم ونسق کو اپنایا اور اس میں عربی اقدار کو شامل کر کے ایک نئی تہذیبی شناخت قائم کی۔

مثلاً: قصر المنذر آج آثارِ قدیمہ کی دنیا میں رسافہ کے مقام پر موجود کھنڈرات کے نام سے معروف ہے۔ یہ غسانی حکمران المنذر ثالث نے تعمیر کرایا تھا۔ رسافہ میں واقع یہ عمارت آج قصر المنذر کے نام سے جانی جاتی ہے، جبکہ قدیم غسانی دور میں یہ شاہی استقبالیہ عمارت تھی۔

یہ قبیلہ عیسائیت اختیار کر چکا تھا، اور ان کا مذہبی رویہ رواداری اور وحدت پر مبنی تھا۔ انہوں نے کلیساؤں کی تعمیر کی اور عربی عیسائی ادب کی بنیاد ڈالی۔

جارجیوس الحمصی لکھتے ہیں:

"الغساسنة كانوا أكثر العرب ارتباطاً بالثقافة البيزنطية المسيحية، وأسهموا في تعريب اللاهوت" [14]

غسانی عربوں میں بازنطینی عیسائی ثقافت سے سب سے زیادہ قریب تھے، اور انہوں نے مسیحی الٰہیات کی عربی تعبیر میں اہم کردار ادا کیا۔

بنو غسان نے بازنطینی حکومت کی طرف سے شمالی عرب کی سرحدی حفاظت کی ذمہ داری سنبھالی۔ انہیں "ملوک العرب" کا لقب ملا اور ان کا نظام حکومت نیم خود مختار بادشاہت پر مبنی تھا۔

یاقوت الحموی بیان کرتے ہیں:

"كان الغساسنة ملوكًا على العرب بالشام، يديرون شؤونهم بنوع من الاستقلال" [15]

غسانی شام میں عربوں پر حکمران تھے، اور وہ اپنے معاملات کو ایک حد تک خود مختاری کے ساتھ چلاتے تھے۔

بنو غسان نے عربی زبان کو شام کے عیسائی حلقوں میں علمی زبان کے طور پر متعارف کروایا۔ ان کے دربار میں شعراء، خطباء اور مصنفین کی سرپرستی کی جاتی تھی۔

شکیب ارسلان نے ان کے تہذیبی کردار کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

"لو لا الغساسنة لما كان للأدب العربي المسيحي هذا الوجود المبكر" [16]

اگر غسانی نہ ہوتے تو عرب مسیحی ادب کو یہ ابتدائی وجود میسر نہ آتا۔

بنو غسان کی حکومت نے عرب دنیا کو ایک سیاسی وحدت، تہذیبی استحکام، اور مذہبی رواداری کے تصور سے آشنا کیا۔ یہ وہی خصوصیات تھیں جنھوں نے اسلامی عہد میں سیاسی وفاق کو فروغ دیا۔

ڈاکٹر طٰہ حسین رقم طراز ہیں:

"إن الغساسنة كانوا الجسر الذي عبرت عليه الثقافة العربية إلى الشام قبل الإسلام" [17]

غسانی وہ پُل تھے جس کے ذریعے اسلامی عہد سے قبل عرب ثقافت شام میں داخل ہوئی۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

بنو غسان کی ہجرت محض نقل مکانی نہ تھی، بلکہ ایک تہذیبی، مذہبی، اور سیاسی انقلاب تھا۔ انہوں نے شمالی عرب کو ایک نیا تمدنی مزاج عطا کیا، جس کی جھلک بعد میں اسلامی شام، فلسطین اور عراق کی ثقافت میں دیکھی گئی۔

بنو کندہ کا جہاں تک تعلق ہے تو بنو کندہ کا شمار ان قحطانی قبائل میں ہوتا ہے جنہوں نے جنوبی عرب (یمن) سے وسطی اور شمالی عرب کی طرف ہجرت کی۔ یہ قبیلہ قحطان کی نسل سے تھا اور ابتدائی طور پر حضر موت کے علاقے میں آباد تھا۔

بنو کندہ کی ہجرت کی بات کریں تو بنو کندہ کی ہجرت کا بنیادی سبب سیاسی عدم استحکام، معاشی تنزلی، اور اندرونی قبائلی جنگیں تھیں۔ جب جنوبی عرب میں قبیلہ سبا اور حمیر کے درمیان کشمکش بڑھ گئی، تو کندہ نے ایک طاقتور قبائلی وجود کے طور پر خود کو نجد کے علاقوں میں منظم کیا۔

جواد علی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"كانت هجرة كنده ناتجة عن الطموح السياسى والرغبة فى إقامة إمارة عربية مركزية" [18]

قبیلہ کندہ کی ہجرت سیاسی خواہشات اور ایک مرکزی عرب ریاست قائم کرنے کی تمنا کا نتیجہ تھی۔

بنو کندہ نے وسطی عرب، خاص طور پر نجد میں اپنی حکومت قائم کی جسے "مملکت کندہ" کہا جاتا ہے۔ ان کا مرکز قریۃ الفاو اور وادی الدواسر کے قریب علاقوں میں تھا۔ کندہ کی یہ سلطنت چھوٹے قبائل کو ایک سیاسی اکائی میں متحد کرنے کی کوشش تھی۔

ڈاکٹر عبد الحلیم النجار رقم طراز ہیں:

"كانت كنده أول من حاول توحيد القبائل العربية تحت حكومة مركزية قبل الإسلام" [19]

کندہ پہلا قبیلہ تھا جس نے اسلام سے قبل عرب قبائل کو ایک مرکزی حکومت کے تحت متحد کرنے کی کوشش کی۔

کندہ نے عرب قبائل کے درمیان بادشاہت کا تصور متعارف کروایا۔ یہ طریقہ قبائلی سرداری کے خلاف ایک نیا تجربہ تھا جس نے عرب سیاست کو ایک نئے رخ پر ڈالا۔

انہوں نے قانون، نظم، خط و کتابت، اور خراج جیسے ادارے رائج کیے، جو بعد از اں اسلامی خلافت کے نظام میں شامل کیے گئے۔

ابن خلدون کے مطابق:

"كانت كنده تمثل شكلًا بدائيًا لدولة عربية لها سمات السلطة والتنظيم" [20]

کندہ ایک ایسی ابتدائی شکل تھی جو ایک عرب ریاست کے طور پر اقتدار اور نظم و نسق کی خصوصیات رکھتی تھی۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

کندہ کا شمار ان قبائل میں ہوتا ہے جو عرب شعری ادب میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ امرؤ القیس جیسے مشہور شاعر کا تعلق اسی قبیلے سے تھا۔ ان کے اشعار میں کندہ کی سیاسی عظمت، فخر، اور قبائلی فتوحات کی عکاسی ہوتی ہے۔

طہ حسین رقم طراز ہیں:

”لولا شعراء كندة، وعلى رأسهم امرؤ القيس، لما وصلنا هذا التصور المتكامل عن العرب قبل الإسلام“[21]

اگر قبیلہ کندہ کے شاعروں، بالخصوص امرؤ القیس، کا وجود نہ ہوتا تو ہمارے پاس قبل از اسلام عربوں کی یہ مکمل تہذیبی و فکری تصویر نہ ہوتی۔

کندہ کا رجحان عام طور پر بت پرستی کی طرف تھا، تاہم وہ دوسرے مذاہب جیسے نصرانیت اور یہودیت سے بھی واقف تھے۔ ان کے خطے میں بین المذاہب ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔

حموی کے مطابق:

”عُرف عن كندة التسامح الديني، وكانوا يُجالسون نصارى نجران ويهود خيبر دون خصام“ [22]

قبیلہ کندہ مذہبی رواداری کے لیے مشہور تھا، اور وہ نجران کے عیسائیوں اور خیبر کے یہودیوں کے ساتھ بغیر کسی تنازع کے نشست و برخاست رکھتے تھے۔

کندہ کی سلطنت اسلام سے کچھ عرصہ قبل ختم ہو گئی تھی، تاہم اس کا ادارہ جاتی اور قبائلی نظم عرب معاشرے کے لیے نظریاتی اور عملی بنیاد فراہم کر گیا۔

جرجی زیدان کے مطابق:

”عندما ظهر الإسلام، لم تكن كندة قوة قائمة، لكنها كانت المدرسة السياسية التي فهم منها العرب معنى الدولة“[23]

جب اسلام کا ظہور ہوا تو کندہ ایک فعال قوت کے طور پر باقی نہ رہی تھی، مگر وہ ایک ایسی سیاسی درسگاہ تھی جس سے عربوں نے ریاست کے تصور کو سمجھا۔

بنو کندہ کی ہجرت صرف نقل مکانی نہ تھی بلکہ عرب تاریخ میں سیاسی تجربے، تہذیبی تنظیم، اور ثقافتی بالیدگی کا ایک اہم موڑ تھی۔ ان کی حکومت، ادب، اور قبائلی نظام نے اسلامی دور میں ایک مضبوط پس منظر فراہم کیا۔

عرب دنیا کی تہذیب محض صحراؤں، قبیلوں اور خانہ بدوشی کے پس منظر میں نہیں بلکہ ایک گہری اور مسلسل ثقافتی، لسانی اور مذہبی ارتقا کی کہانی ہے۔ ہجرت کا عمل جزیرۃ العرب کی تاریخ میں ایک ایسا موڑ ہے جس نے عرب معاشرے کو تہذیبی، لسانی، دینی اور سیاسی طور پر نئی جہتیں عطا کیں۔ یہ ہجرتیں محض جغرافیائی نقل مکانی نہیں تھیں بلکہ تمدنی تغیرات کا پیش خیمہ تھیں۔ بالخصوص بنو قحطان، بنو غسان اور بنو کندہ جیسے قبائل کی ہجرتوں نے عرب ثقافت کی بنیادوں میں گہرے اثرات چھوڑے۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

عرب ماہرینِ تاریخ و تہذیب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عرب قبل از اسلام مکمل طور پر ساکن و جامد تہذیب نہ تھے بلکہ ان میں تحرک، اختلاط، اور تبادلہ کا ایک تسلسل پایا جاتا تھا۔ جنوبی عرب (یمن) میں جب بندِ مآرب ٹوٹا، تو قبائل کی نقل مکانی شروع ہوئی۔ ان ہجرتوں نے صرف آبادی کو نہیں بدلا بلکہ ثقافتی نقشہ بھی بدل دیا۔ یہی ہجرتیں بعد میں اسلامی ثقافت کے لیے "خمیر" ثابت ہوئیں۔

بنو قحطان، بنو غسان اور بنو کندہ کی ہجرتیں ایک مستقل ثقافتی عمل کا حصہ تھیں، جس کے اثرات نہ صرف قبل از اسلام عرب معاشرت میں دیکھے جا سکتے ہیں، بلکہ اسلامی تہذیب کی تشکیل و ترقی میں بھی ان کی جھلک نمایاں طور پر موجود ہے۔ ان قبائل نے عربی زبان، شعر و ادب، سیاست، اور مذہب میں جو فکری بنیادیں فراہم کیں، وہ بعد میں اسلامی دور میں ایک جامع تہذیب میں ڈھل گئیں۔

یہ ہجرتیں عرب معاشرے میں بہت اہم ثابت ہوئی اگر دیکھا جائے تو میرے خیال میں ان ہجرتوں کے اثرات پر مزید لسانی و بشریاتی تحقیقی کام ہونا چاہیے۔ عربی اور اردو جامعات کو ان موضوعات پر سیمینارز اور مقالہ جات کی ترغیب دینی چاہیے۔

اسلامی تہذیب کے خدو خال میں ان قبائل کے اثرات کو نصابی سطح پر شامل کیا جائے تاکہ ان سے مزید بہت کچھ سیکھنے کو ملے۔

قبل از اسلام جزیرۃ العرب میں مختلف قبائل کی ہجرتیں صرف جغرافیائی نقل مکانی نہیں تھیں بلکہ ان کا تعلق اس وسیع تر عمل سے تھا جس کے ذریعے عرب معاشرہ تمدنی، سیاسی، اور لسانی طور پر ایک ہم آہنگ تشکیل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بنو قحطان، بنو غسان، بنو کندہ اور دیگر قبائل نے جزیرے کے مختلف خطوں میں نہ صرف اپنی معاشی ضروریات کو پورا کیا بلکہ وہاں کے مقامی نظام میں فعال شرکت کے ذریعے نئے سماجی، ثقافتی اور سیاسی سانچے بھی تشکیل دیے۔ ان قبائل کی ہجرتوں سے وہ عوامل پیدا ہوئے جنہوں نے عرب معاشرے کو صحرائی قبائلی ڈھانچے سے نکال کر ایک منظم اور تہذیبی وحدت کی سمت گامزن کیا۔ ان کے اثرات بعد از اں اسلامی ریاست کے فکری اور ادارہ جاتی بنیادی ڈھانچے میں بھی محسوس کیے گئے۔

ڈاکٹر احمد امین اس بارے میں رقم طراز ہیں:

”تلك الهجرات لم تكن عبثًا، بل كانت خلفها حاجات اجتماعية واقتصادية وثقافية دفعت العرب إلى التواصل مع حضارات أخرى، ممّا مهّد السبيل لظهور الإسلام في بيئة جاهزة للتغيّر“[24]

یہ ہجرتیں بے مقصد نہ تھیں بلکہ ان کے پیچھے سماجی، معاشی اور ثقافتی تقاضے کار فرما تھے، جنہوں نے عربوں کو دیگر تہذیبوں سے ربط میں لایا اور یوں ایک ایسی فضا قائم ہوئی جو اسلام کے ظہور کے لیے آمادہ تھی۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

اس تناظر میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان ہجرتوں نے عرب تہذیب کو ایک نئی فکری اور سیاسی وسعت عطا کی، اور ایک ایسے تمدنی شعور کی بنیاد رکھی جس نے اسلام کے ظہور کے وقت اسے قبول کرنے اور پھیلانے کے لیے ایک موزوں اور ہم آہنگ معاشرتی سانچہ فراہم کیا۔

بنو لَخم وجذام جزیرۃ العرب کے اُن اہم قبائل میں شامل تھے جنہوں نے قبل از اسلام جنوبی عرب سے نکل کر شمالی علاقوں خصوصاً عراق اور شام کی طرف ہجرت کی۔ ان کی یہ نقل مکانی محض زمین یا پانی کے لیے نہیں تھی، بلکہ ایک مکمل تہذیبی سفر تھی جو اپنے ساتھ زبان، فکر، رسم و رواج، اور ایک خاص عرب شناخت لے کر ان علاقوں میں پہنچی جہاں مختلف اقوام و تہذیبیں پہلے سے آباد تھیں۔

ان قبائل کی آمد نے عراق و شام کے تمدنی نقشے پر گہرے اثرات چھوڑے۔ بنو لَخم کی عربی زبان کا لہجہ، ان کی خطابت، قصیدہ گوئی اور معاشرتی تنظیم کی خوبیاں، رفتہ رفتہ ان خطوں کے تہذیبی ڈھانچے میں جذب ہونے لگیں۔ ان کا لباس، طرزِ معاشرت، مہمان نوازی، اور قبیلائی فخر کی روایات نئی زمینوں میں نئی روح لے آئیں۔ ان کی عورتیں گیتوں میں حجاز کی خوشبو سناتی تھیں، اور مرد مجلسوں میں عربی زبان کی وقار بھری لہریں بکھیرتے تھے۔

بنو جذام کے ساتھ ان کی مذہبی علامات، روحانی رسومات اور توہمات بھی ان علاقوں میں پہنچیں۔ ان کے اعتقادی رجحانات نے مقامی مذاہب سے ایک خاموش مگر دیرپا مکالمہ شروع کیا، جو بعد میں مذہبی ہم آہنگی یا نظریاتی ٹکراؤ کا باعث بھی بنا۔ ان قبائل کا سیاسی مزاج بھی منفرد تھا—— سرداری، مشاورت اور قبائلی فیصلے کی روایات نے مقامی سیاسی ڈھانچوں میں تبدیلی کی بنیاد رکھی۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ بنو لَخم و جذام جہاں بھی گئے، وہاں انہوں نے صرف خیمے نہیں لگائے، بلکہ تہذیبوں کے اندر نئی فکری شاخیں اُگائیں۔ ان کی موجودگی کسی شور یا جبر کے بغیر، خاموشی سے مقامی زندگی میں یوں تحلیل ہوئی کہ آج بھی ان کے اثرات زبان، رسم، روایت، اور فکر کی کئی پرتوں میں محفوظ ہیں۔

بنُو طےء جزیرۃ العرب کے ان معروف اور باوقار قبائل میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے قبل از اسلام دور میں یمن کے شمالی حصوں سے ہجرت کر کے نجد اور اس کے بعد ارد گرد کے علاقوں میں سکونت اختیار کی۔ ان کی یہ ہجرت وقتی مجبوری نہیں، بلکہ دور رس تہذیبی نتائج کا حامل عمل تھی۔ بنو طےء جہاں بھی گئے، اپنی شاندار لسانی وراثت، قبائلی نظم و نسق، شعری روایت، اور بلند اقدار کے ساتھ گئے، جنہوں نے ان کی شناخت کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ وہاں کی مقامی ثقافت پر بھی گہرا اثر ڈالا۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

ان کے افراد خطابت، سخن فہمی اور شجاعت میں مشہور تھے۔ان کی زبان میں جو روانی، برجستگی اور فصاحت تھی، وہ جلد ہی مقامی لہجوں میں جذب ہو گئی۔ان کی آمد نے ان علاقوں میں نئی لسانی تحریک کو جنم دیا، اور شاعری کو ایک نیا ذوق، نیا پیرایہ اور نئی وسعت عطا کی۔ان کی مجالس میں صرف بہادری کے قصے ہی نہیں سنائے جاتے تھے، بلکہ قبیلائی روایات، فلسفیانہ سوالات اور اخلاقی اصولوں پر بھی گفتگو ہوتی تھی۔

بنُوطیء کا سماجی نظام منظم اور باعزت تھا۔وہ اپنے بزرگوں کی رائے کو مقدم رکھتے، اور فیصلے اجتماعی مشاورت سے کیا کرتے تھے۔ان کے درمیان بھائی چارے، عزتِ نفس، اور حدودِ ادب کی روایات اس قدر مضبوط تھیں کہ جہاں بھی گئے، مقامی معاشروں نے ان کی ان خوبیوں سے اثر لیا۔ان کا مذہبی شعور بھی فطرت کے قریب تھا، اور ان کی نظریاتی نرم مزاجی نے مختلف فکروں کو ساتھ لے کر چلنے کی فضا قائم کی۔

یہ کہنا بجا ہو گا کہ بنُوطیء نے جہاں قدم رکھا، وہاں تہذیب کو نیا وقار، زبان کو نئی جان، اور معاشرت کو نئی سمت ملی۔ان کی ہجرت صرف نقل مکانی نہ تھی، بلکہ ایک فکری اور ثقافتی پیش رفت تھی، جس کے اثرات مدتوں باقی رہے۔

بنو تغلب و ایاد جزیرۃ العرب کے وہ تاریخی قبائل تھے جنہوں نے عرب تہذیب کے کئی رنگوں کو اپنے دامن میں سمیٹے رکھا، اور بعد ازاں مجید (وسطی عرب) سے عراق اور اس کے نواحی علاقوں تک ہجرت کرتے ہوئے اپنے فکری، لسانی اور ثقافتی ورثے کو نئی زمینوں تک منتقل کیا۔ان کی ہجرت وقتی ضرورت کا نتیجہ تھی، لیکن اس کے اثرات عارضی نہ تھے بلکہ آنے والے صدیوں تک تہذیبی خطوط کو متاثر کرتے رہے۔

بنو تغلب اپنے شعری ذوق، سخن فہمی اور ادبی لطافت کے باعث عرب قبائل میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔وہ فنِ خطابت اور فنِ رزم دونوں میں یکساں ماہر تھے۔ جب انہوں نے عراق کے علاقوں میں سکونت اختیار کی تو ان کے اشعار، کہاوتیں، اور قصص وہاں کے تمدن میں یوں رچ بس گئے کہ مقامی بولیوں میں تغلبی اثر نمایاں ہونے لگا۔ان کے ہاں عزتِ نفس، خون کا بدلہ، اور قبیلائی غیرت جیسی اقدار مرکزی حیثیت رکھتی تھیں اور یہی رویے مقامی قبائل کے سماجی ڈھانچے میں رفتہ رفتہ سرایت کر گئے۔

دوسری طرف بنو ایاد نسبتاً فکری اور روحانی رجحان رکھنے والے قبیلے کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ان کی عبادات، تصورِ تقدیر، اور کائنات سے متعلق سوچ میں ایک نرمی اور توازن پایا جاتا تھا۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

جب وہ عراق کے فکری مراکز سے جا ملے تو ان کے اندر کا صوفیانہ رنگ بھی تہذیبِ مشرق کا حصہ بنتا چلا گیا۔ان کے اثر سے مقامی معاشروں میں سوال اٹھانے، سننے، اور مکالمہ کرنے کی فضا پیدا ہوئی۔

یہ دونوں قبائل بنو تغلب وایاد نہ صرف تمدن کے سفیر بن کر نئے علاقوں میں داخل ہوئے، بلکہ اپنے ساتھ ایسی تہذیبی روشنی لے کر آئے جو صرف زبان یا لباس تک محدود نہ تھی، بلکہ فکر، شعور، اور اجتماعی اخلاقیات میں رچی بسی تھی۔ان کی ہجرت نے عرب ثقافت کو عراق کی سرزمین میں یوں راسخ کیا کہ آج بھی ان کے نقوش وہاں کی تاریخ کے صفحات پر روشن نظر آتے ہیں۔

بنو لخم وجذام، بنوطیء، اور بنو تغلب وایاد کی ہجرتیں محض جغرافیائی نقل مکانی نہ تھیں، بلکہ وہ تہذیب، زبان، رسم ورواج اور فکر کے ایک بہتے ہوئے کارواں کی مانند تھیں، جو جہاں بھی گیا، وہاں نئی زمینوں میں نئی روح پھونکتا چلا گیا۔ان قبائل نے عراق، شام، نجد اور ارد گرد کے علاقوں میں صرف سکونت اختیار نہیں کی، بلکہ اپنے ساتھ وہ تمدنی سرمایا بھی منتقل کیا جو نسلوں کی تہذیبی تربیت، زبانی وراثت اور قبائلی شعور سے کشید ہوا تھا۔ان کی زبانیں مقامی لہجوں میں رچ بس گئیں، ان کے آداب زندگی وہاں کے معاشرتی رویّوں کا حصہ بن گئے، اور ان کے مذہبی و فکری نظریات نے مقامی اذہان میں وسعت پیدا کی۔یوں یہ قبائل اپنے وجود سے کہیں زیادہ اپنے اثر سے زندہ رہے اور ان کی ہجرت نے عرب تہذیب کو محض محفوظ ہی نہیں کیا، بلکہ اسے نئے علاقوں میں برگ وبار بھی عطا کیا۔یہ قبائل آج بھی تاریخ کے اوراق میں زندہ ہیں نہ صرف بطور نقل مکانی کرنے والے قافلے، بلکہ ایک تہذیبی شعور کے چلتے پھرتے مظاہر کے طور پر ہیں۔

ہجرتِ نبوی ﷺ کو صرف ایک جغرافیائی نقل مکانی سمجھنا اس کے عظیم تر تہذیبی، سماجی اور فکری اثرات سے صرفِ نظر کے مترادف ہے۔مکہ سے مدینہ کی یہ مقدس ہجرت جزیرۃ العرب کے ثقافتی منظر نامے میں ایک ایسا انقلابی موڑ ثابت ہوئی، جس نے نہ صرف قبائلی تعصبات، طبقاتی اونچ نیچ اور جاہلی روایات کو چیلنج کیا بلکہ ایک ایسے ہمہ گیر معاشرتی نظم کی بنیاد رکھی جس میں علم، اخوت، عدل اور روحانیت کا غلبہ قائم ہوا۔

مدینہ میں اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے بعد انصار ومہاجرین کے باہمی تعلقات، مواخاتِ مدینہ کے اصولوں اور میثاقِ مدینہ جیسے عہد ناموں نے عرب معاشرت کو نئی جہت عطا کی۔صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات اور تربیت نے ثقافت کو عبادت سے جوڑ دیا، جہاں اخلاق، تجارت، عدل، ازدواجی رشتے، قبائلی تعلقات اور زبان تک نئی اقدار سے متعارف ہوئے۔

مکہ کی پرانی قبائلی تہذیب کے مقابل مدینہ میں جو نیا دینی و ثقافتی سانچہ قائم ہوا، وہ اسلامی عرب تہذیب کی بنیاد بن گیا۔

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

"ہجرتِ مدینہ کے بعد اسلامی معاشرہ نے جوارتقائی منازل طے کیں، وہ دراصل عرب کی تہذیب کو قرآن وسنت کی روشنی میں نئے سانچے میں ڈھالنے کا عمل تھا۔"[25]

یہ بات پایۂ تحقیق ہے کہ نبوی ہجرت صرف ایک دینی فریضہ نہ تھی، بلکہ جزیرۃ العرب کی ثقافت کو جاہلیت سے نورِ نبوت کی طرف لانے کا ایک عملی مظہر بھی تھی۔ اسلامی تاریخ کا وہ لمحہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، محض ایک جغرافیائی تبدیلی نہیں تھی بلکہ ایک مکمل تہذیبی انقلاب کا آغاز تھا۔ یہ ہجرت دراصل جزیرۃ العرب کی قدیم قبائلی، لسانی، اور فکری بنیادوں پر کاری ضرب تھی۔ مکہ کے معاشرے میں جہاں قبیلہ، حسب ونسب، خون ومال کو اولیت حاصل تھی، وہیں مدینہ میں ہجرت کے بعد اسلام نے ایک ایسی معاشرتی اکائی کو تشکیل دیا جس میں فرد کی شناخت ایمان، تقویٰ، اور اخلاق پر مبنی ہوگئی۔ مواخاتِ مدینہ کے تحت مہاجرین اور انصار کو باہم بھائی بنایا جانا نہ صرف سماجی مساوات کی عملی مثال تھی، بلکہ اس نے عرب معاشرت میں "قومی برادری" کا نیا تصور متعارف کرایا۔

میثاقِ مدینہ وہ پہلا تحریری آئین تھا جس نے متفرق قبائل کو ایک وحدت میں پرو دیا۔ نبی کریم ﷺ کی قیادت میں مدینہ میں جو اسلامی ریاست قائم ہوئی، اس میں مذہب، تہذیب، قانون، اور ثقافت ایک ہم آہنگ نظام کے تحت فروغ پانے لگے۔ عرب معاشرت جو پہلے خاندانی وراثت اور نسلی برتری پر استوار تھی، اب علم، انصاف اور دین کے مشترکہ اصولوں پر مرکوز ہوگئی۔ زبان میں الفاظ کا رواج بدلا، جیسے "عبد" اور "امۃ" جیسے الفاظ کی معنوی تبدیلی، یا "اخوت" جیسا تصور، جو پہلے غیر معروف تھا، اسلامی تعلیمات کے تحت مضبوط ثقافتی اساس بنا۔

یہی اصول بعد ازاں عرب کی داخلی ثقافتی تعمیر نو کا سرچشمہ بنے۔ اسلامی تہذیب نے پہلی مرتبہ عورت، غلام، یتیم، اور مظلوم کو تہذیبی شناخت دی۔ یہ سب کچھ ثابت کرتا ہے کہ ہجرتِ نبوی ﷺ نے عرب کی ثقافت کو محض بدلا نہیں، بلکہ اسے معنویت، روحانیت، اور مساوات پر مبنی ایک نئی تمدنی شناخت عطا کی، جو بعد ازاں پورے عالم اسلام میں پھیل گئی۔

ہجرتِ نبوی ﷺ نہ صرف ایک تاریخی واقعہ ہے بلکہ اسلامی شعور، روحانی تطہیر اور اجتماعی اصلاح کا ایک عظیم باب بھی ہے، جس کی فضیلت خود نبی اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے بیان ہوئی ہے۔ اس عمل کو دینِ اسلام میں اس قدر اہم مقام حاصل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے سابقہ گناہوں کے ازالے اور روحانی تجدید کا ذریعہ قرار دیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ اسلام قبول کرنے لگے تو انہوں نے بیعت سے پہلے سوال کیا کہ آیا ان کے سابقہ گناہ معاف ہوں گے؟ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

’’أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ، وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا، وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ‘‘[26]

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے، ہجرت گزشتہ خطاؤں کو مٹا دیتی ہے اور حج گذشتہ کوتاہیوں کو معاف کر دیتا ہے۔

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ ہجرت، ایک محض جسمانی نقل مکانی نہیں بلکہ ایک باطنی تطہیر اور ایمانی تجدید ہے۔ اسلام کی جامعیت یہ ہے کہ وہ ہر عمل کو روحانی قدر سے جوڑ دیتا ہے، اور ہجرت اس کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو فاطمہ الضمری رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

’’عَلَيْكَ بِالْهِجْرَةِ فَإِنَّهُ لَا مِثْيلَ لَهَا‘‘[27]

تم ہجرت ضرور کرو، کیونکہ اس جیسا کوئی عمل نہیں۔

اس حدیث میں ایک طرف ہجرت کی ترغیب ہے تو دوسری طرف اس کے بے مثال اجر کی طرف اشارہ۔ گویا ہجرت نہ صرف دین کے قیام کا ذریعہ ہے بلکہ اس کے ذریعے ایمان کا خالص پن بھی ظاہر ہوتا ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں یہ بات مزید واضح ہوتی ہے کہ ہجرتِ نبوی ﷺ نے جس سماجی اور دینی انقلاب کی بنیاد رکھی، اس کی اصل قوت اس عمل کی روحانی فضیلت اور اخلاقی عظمت میں مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی جب کوئی مسلمان دین کے تحفظ یا اشاعت کے لیے ترکِ وطن کرتا ہے، تو وہ اسی نبوی سنت کی پیروی کرتا ہے جو ہر دور میں قابلِ تقلید ہے۔

ہجرتِ نبوی ﷺ محض ایک تاریخی واقعہ نہیں، بلکہ اسلامی تہذیب کی بنیاد رکھنے والا وہ لمحہ ہے جس نے عقیدے کو عمل، روح کو نظام، اور فرد کو امت سے جوڑ دیا۔ ان احادیث کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہجرت ایک پاکیزہ انقلاب کا نام ہے جو نفس، معاشرہ اور تمدن تینوں کو بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زبان سے ہجرت کی فضیلت سن کر، یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جب انسان اللہ کے لیے قربانی دیتا ہے تو وہ محض اپنا وطن نہیں چھوڑتا بلکہ جنت کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

نتیجہ

جزیرۂ عرب کی ثقافت پر ہجرتوں کے اثرات نہایت گہرے اور دیرپا رہے ہیں۔ مختلف قبائل کی نقل مکانی نے معاشرتی، سیاسی، معاشی اور ثقافتی زندگی میں اہم تبدیلیاں پیدا کیں۔ ان ہجرتوں کے نتیجے میں مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان روابط مضبوط ہوئے، جس سے زبان، رسوم و رواج، فنِ تعمیر اور تجارتی

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

سر گرمیوں کو فروغ ملا۔ بالخصوص ہجرتِ نبوی ﷺ نے عرب معاشرے کو نئی فکری و تہذیبی بنیادیں فراہم کیں اور ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کی جو عدل، اخوت اور انسانی مساوات کے اصولوں پر قائم تھا۔ اس طرح ہجرت جزیرۂ عرب کی ثقافتی تشکیل اور ارتقا کا ایک اہم ذریعہ ثابت ہوئی۔

حوالہ جات

1. بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح بخاری، کتاب الوحی، باب میں کام بدھ الوحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بیروت، دار ابن کثیر، ١٤٢٣ ھ، ج: ۱، حدیث نمبر: ۱
2. جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جلد اول، بیروت: دار العلم للملایین، ۲۰۰۱ء، ص: ۱۵۴
3. جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، ج: ۱، بغداد، ص: ۱۵۴۔۲۰۱
4. شبلی نعمانی، تاریخ العرب، اعظم گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، بدون تاریخ (ندارد)، ص: ۳۲
5. عبدالعزیز سالم، تاریخ العرب قبل الاسلام، قاہرہ: دار النہضۃ العربیۃ، بدونِ تاریخ، ص: ۴۱
6. عبدالحلیم شرر، تمدنِ عرب، لاہور: مطبع مفید عام، ۱۹۶۱ء، ص: ۵۵
7. فلیپ حتی، الاسلام والحضارۃ العربیۃ، ترجمہ: محمد عبدالغفار حسن، لاہور: ادارہ اشاعت اسلام، ۱۹۸۱ء، ص: ۲۹
8. ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج: ۲، بیروت، ص: ۱۳۵
9. احمد امین، ضحی الاسلام، ج: ۱، قاہرہ، ص: ۵۸
10. جرجی زیدان، تاریخ آداب العرب، ج: ۱، بیروت، ص: ۴۳
11. ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، جلد دوم، قاہرہ: دار الفکر، بدونِ تاریخ، ص: ۵۷
12. عبدالعزیز سالم، تاریخ العرب قبل الاسلام، قاہرہ: دار النہضۃ العربیۃ، 1۹۷ء، ص: ۱۹۸
13. فلیپ حتی، تاریخ العرب، بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۹۶۴ء، ص: ۱۲۱
14. جارجیوس الحمصی، المسیحیون العرب قبل الِاسلام، بیروت: دار المشرق، ۱۹۹۱ء، ص: ۴۳
15. یاقوت الحموی، معجم البلدان، جلد دوم، بیروت: دار صادر، ۱۹۵۵ء، ص: ۴۱۰
16. شکیب ارسلان، الارتسامات اللطیفۃ عن رحلۃ الشتاء والصیف، قاہرہ: مطبعۃ السعادۃ، ۱۹۳۰ء، ص: ۹۴
17. طہ حسین، فی الشعر الجاہلی، قاہرہ: دار المعارف، ۱۹۲۶ء، ص: ۱۱۹
18. جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جلد دوم، بیروت: دار العلم للملایین، ۱۹۷۶ء، ص: ۸۸
19. -عبدالحلیم النجار، الحیاۃ السیاسیۃ فی الجاہلیۃ، قاہرہ: مکتبہ الانجلو مصریہ، ۱۹۸۱ء، ص: ۱۲۲
20. ابن خلدون، المقدمہ، قاہرہ: دار الفکر العربی، بدونِ تاریخ، ص: ۲۹۴
21. طہ حسین، فی الأدب الجاہلی، قاہرہ: دار المعارف، ۱۹۲۷ء، ص: ۲۰۳
22. یاقوت الحموی، معجم البلدان، جلد چہارم، بیروت: دار صادر، ۱۹۵۷ء، ص: ۱۳۳
23. جرجی زیدان، تاریخ آداب العرب، جلد اول، بیروت: دار الھلال، ۱۹۰۲ء، ص: ۸۹
24. احمد امین، فجر الاسلام، قاہرہ: مطبعۃ لجنۃ التألیف والترجمۃ والنشر، ۱۹۴۵ء، ص: ۱۷
25. محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن، ج: ۱، کراچی: ادارہ المعارف، ۲۰۰۶ء، ص: ۳۲۴
26. مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری، الجامع الصحیح (صحیح مسلم)، کتاب الِایمان، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۱ء، ج: ۱، حدیث: ۱۲۱
27. احمد بن شعیب النسائی، السنن الکبریٰ (سنن النسائی)، کتاب البیعۃ، ریاض: دار السلام، ۱۹۹۵ء، ج: ۴، حدیث: ۴۱۸۸

CC BY